صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں اور جماعت کے افراد سے خطاب

(فرمودہ ۲۵ ؍فروری ۱۹۳۸ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''آج نزلہ اور گلے میں خراش کی وجہ سے میں زیادہ بول نہیں سکتا علاوہ ازیں دائیں پاؤں میں دردِ نقرس کا دَورہ ہوگیا ہے اس لئے زیادہ کھڑا بھی نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے میں آج بہت ہی چھوٹا خطبہ کہنا چاہتا ہوں۔

میں نے پچھلے خطبہ میں دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ منہاجِ نبوت کے مطابق جو انتظام ہوتا ہے وہ اَور قسم کا ہوتا ہے اور مغربی اصول کے مطابق اَور قسم کا۔ منہاجِ نبوت کے مطابق جو انتظام ہوتا ہے اس میں نہ کام کرانے والے کوئی معاوضہ مقرر کرتے ہیں اور نہ کام میں مدد کرنے والے کوئی حد بندی لگاتے ہیں۔ منہاجِ نبوت کے مطابق نہ تو یہ شرط ہوتی ہے کہ کوئی شخص دین کی ضرورت کے وقت ایک پیسہ یا دھیلہ یا دمڑی فی روپیہ چندہ دے اور نہ یہ شرط ہوتی ہے کہ کوئی شخص چار پیسے یا چھ پیسے فی روپیہ چندہ دے بلکہ زکوٰۃ مقررہ اور مفروضہ اور صدقاتِ مقررہ کے بعد ہر انسان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنی طاقت اور اسلام اور سلسلہ کی ضرورت کے مطابق چندہ دے۔ اسی طرح جو لوگ کام کرتے ہیں ان کا معاوضہ مقررہ شرحوں پر نہیں ہوتا بلکہ حسبِ استطاعت سلسلہ بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے۔ کوئی شخص بھی اپنے گھر کا بجٹ بناتے ہوئے کبھی یہ فیصلہ نہیں کیا کرتا کہ میں اپنی بیوی بچوں کی بیماری پر اس قدر رقم خرچ کروں گا اس سے

زیادہ خرچ کی اگر ضرورت پڑی تو انکار کردوں گا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسلام کی خدمت کیلئے حد بندی کی جائے۔ اسی طرح کوئی زمیندار کبھی یہ نہیں کہتا کہ میں اپنی زمین پر محنت اس صورت میں ہی کرسکتا ہوں کہ جب دس روپیہ ماہوار مجھے معاوضہ ملے۔ بسا اوقات اس کی زمینداری نقصان پر جارہی ہوتی ہے اور وہ کہیں باہر جاکر زمین کی آمد سے زیادہ کما سکتا ہے مگر وہ اسے چھوڑتا نہیں ہر وقت جُتا رہتا ہے، بیل سے بھی زیادہ محنت کرتا ہے۔ صرف اسی وجہ سے کہ وہ سمجھتا ہے یہ میری زمین ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ یہ شرط کریں کہ اگر ہمارا اتنا گریڈ ہو یا اتنی رقم دی جائے تو ہم کام کریں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح چندہ کی حد بندی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر غیریت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ تعلق پر۔ اللہ تعالیٰ اور بندہ کا معاملہ آپس میں ایسا ہونا چاہئے کہ جو تمام تعلقات سے زیادہ مضبوط اور تمام قرابتوں سے زیادہ قُرب والا ہو۔ آقا اور ملازم والا معاملہ نہیں ہونا چاہئے۔

مَیں نے گزشتہ خطبہ میں کارکنوں کے معاوضہ کے متعلق جو بات کہی مجھے خوشی ہے کہ اس پر کئی کارکنوں نے لبیک کہا ہے۔ بعض نے تو یہ لکھا ہے کہ ہم پہلے ہی صدر انجمن کے ساتھ اپنا تعلق ملازمت کا نہیں سمجھتے تھے اور بعض نے یہ کہ ہم نے اب فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ ہم انجمن کے ساتھ اپنا تعلق تنخواہوں یا گریڈوں والا نہیں رکھیں گے بلکہ جو کچھ بھی گزارہ کیلئے ہمیں دیا جائے گا اسے قبول کرلیں گے۔

اس کے مقابلہ میں مَیں جماعت سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی ذمہ داری بھی اسی رنگ کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ چندہ ایک آنہ فی روپیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کب مقرر کیا تھا یا پانچ پیسے کب مقرر کئے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ جب میں نے پانچ پیسہ فی روپیہ کی شرح سے چندہ دے دیا تو جب تک دوسرا جو بالکل نہیں دیتا اتنا ہی ادا نہ کرے میری ذمہ داری نہیں بڑھ سکتی حالانکہ یہ طریق تو

''دیکھ لو سرکار اِس میں شرط یہ لکھی نہیں''

والا ہے اور آقا اور ملازم والا تعلق ہے، مُحِبّ اور محبوب کا نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارے تعلقات آقا و ملازم والے ہوں تو ہمیں بھی اس سے آقا والے سلوک کی ہی امید رکھنی چاہئے

اور یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[۱] کے ماتحت ہم سے سلوک کرے گا۔ ہماری لاکھوں خطائیں اور گناہ ایک توبہ سے معاف کردے گا۔ کوئی آقا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم اس کا کروڑ روپیہ کا نقصان کردو اور پھر یہ کہہ کر کہ اچھا جی معاف کردیں، اس سے معافی بھی لے لو لیکن کوئی انسان جو ساری عمر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا رہتا ہے اگر مرنے سے کچھ دیر پہلے بھی سچی توبہ کرے اور اپنے اعمال پر ندامت کا اظہار کردے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے۔ کوئی آقا اپنے ملازم کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتا۔ یہ مُحِبّ اور محبوب والا معاملہ ہے مُحِبّ اور محبوب دونوں کو یہ لَو لگی ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے مل جائیں، خواہ کسی طرح ملیں اور چاہے ان میں سے کسی کو دبنا ہی کیوں نہ پڑے۔ اس لئے جب انسان کسی وقت بھی یہ خواہش کرتا ہے کہ میں اپنے خدا سے ملنا چاہتا ہوں تو خدا تعالیٰ جھٹ اسے اپنے سینہ سے چمٹا لیتا ہے۔ کوئی جرنیل کسی بادشاہ کا کوئی علاقہ دشمن کے ہاتھ بیچ دے اور پھر آکر کہے کہ مجھے معاف کردیا جائے تو بادشاہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا بلکہ فوراً اسے پھانسی پر لٹکا دے گا لیکن خدا تعالیٰ کا بندہ کتنا بھی نقصان کرنے کے بعد جب خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اچھا تم سے جو نقصان ہؤا اس کا انتظام میں خود کرلوں گا اور تمہیں معاف کرتا ہوں۔

پس جماعت کو بھی اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہئے اور کارکنوں کو بھی۔ کارکنوں کو اپنے کام کی بنیاد اس امر پر نہ رکھنی چاہئے کہ ہم اتنی تنخواہ اور اتنا گریڈ لیں گے اور جماعت کو اپنے تعلقات کی بنیاد بھی اس امر پر نہ رکھنی چاہئے کہ ہم اتنے آنے یا اتنے پیسے چندہ دیں گے کیونکہ سوال آنوں یا پیسوں کا نہیں بلکہ ضرورت کا ہے۔ جب ضرورت کم ہو کم دیں اور جب زیادہ ہو زیادہ دیں۔

اس کے بعد میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ میں جماعت کی اصلاح کے متعلق بعض اَور باتوں پر بھی غور کر رہا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ انہیں مجلسِ شوریٰ میں پیش کروں اور احباب سے ان کے متعلق مشورہ لوں۔ ان باتوں میں سے بعض نتائج کے لحاظ سے اور بعض ضرورت کے لحاظ سے نہایت اہم ہیں۔ ممکن ہے جماعت کے مشورہ کے ماتحت میں ان میں کوئی تبدیلیاں بھی کروں لیکن بہرحال بعض نہایت اہم سوالات میرے سامنے ہیں جن کے متعلق میں مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ اس کے متعلق دوستوں کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ

اللہ تعالیٰ مجھے بھی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی توفیق دے اور جو نمائندے آئیں ان کو بھی۔ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے علاوہ میرے ساتھ تعلق کی بناء پر ہر شخص مجھے مشورہ دے سکتا ہے اور جب ایجنڈا شائع ہو جائے تو جو سمجھے کہ ان میں سے کسی امر کے متعلق وہ اپنے تجربہ یا علم کی بناء پر کوئی مشورہ دے سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ دے دے۔ مجلس شوریٰ کے موقع پر تو میری حیثیت اس مجلس کے صدر کی بھی ہوتی ہے اور اُس وقت انہی سے مشورہ لے سکتا ہوں جو وہاں موجود ہوں، دوسروں سے نہیں لیکن وہاں سے باہر نکلتے ہی ہر احمدی کا تعلق مجھ سے ویسا ہی ہے جیسا کہ کسی نمائندہ کا اس لئے جو چاہے مجھے مشورہ دے سکتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے کاموں میں کئی قسم کی اصلاحوں کی ضرورت ہے۔ بعض مجبوریاں بھی درپیش ہیں جن کے ماتحت بعض کاموں کی شکلیں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ ہماری مشکلات بڑھتی جائیں گی اور یا پھر ہماری کامیابی میں تأخیر ہوتی جائے گی۔ بعض باتیں اپنی ذات میں اچھی ہوتی ہیں مگر مجبوریاں انہیں چھُڑا دیتی ہیں اور بعض مفید ہوتی ہیں مگر ان پر عمل کا وقت نہیں آیا ہوتا۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھتے ہوئے اپنے کاموں میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس سلسلہ میں اگر بعض کاموں کی صورت میں تبدیلی بھی کرنی پڑے تو کرنی چاہئے۔ نیکی ہمیشہ موقع کے مطابق ہوتی ہے۔ مثلاً روزہ بے شک ترقی کا موجب ہے لیکن جہاد کے موقع پر ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج بے روزہ روزہ داروں سے بڑھ گئے[۲] کیونکہ روزہ دار تو روزے کھول کر مُردوں کی طرح پڑ گئے اور جن کے روزے نہیں تھے انہوں نے خیمے وغیرہ لگائے، جانوروں کو باندھا، اُن کے لئے چارہ وغیرہ کا انتظام کیا اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روز روزہ داروں سے بڑھ گئے۔ پس ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے اور کوئی نیکی ایسی نہیں جو ہر وقت ضروری ہو سوائے محبت الٰہی کے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ باقی سب نیکیاں ایسی ہیں کہ ان میں تبدیلی کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ نماز کسی وقت تو نہایت ہی ضروری چیز ہے مگر کسی وقت یہی گمراہی کا موجب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ ہے، حج بھی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ مگر کسی وقت یہ بے ادبی کا موجب ہو جاتا ہے۔ صدقہ وخیرات نیکی ہے مگر کسی وقت یہی

تباہی و بربادی کا موجب ہوجاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۝ [۳] یعنی جولوگ اس خیال سے نمازیں پڑھتے ہیں کہ لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ بڑے نمازی ہیں، ان کی نماز لعنتی نماز ہے اور وہ لعنت بن کر نمازی پر گرتی ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے کے وقت جو نماز پڑھتا ہے وہ شیطان ہے۔[۴] اسی طرح روزہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عید کے روز روزہ رکھے وہ شیطان ہے۔[۵] گویا ایک دن ایسا آجاتا ہے جب کھانا پینا مقدم ہوجاتا ہے۔

اسی طرح حج کے متعلق ہے۔ اور عمرہ کے متعلق بھی کہ وہ زیارت مکہ مکرمہ ہے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ انہیں اس بات پر آمادہ کریں کہ مسلمانوں کو عمرہ کر لینے دیں مگر مکہ والوں نے کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے مسلمانوں کو تو اجازت نہیں دے سکتے مگر آپ چونکہ آگئے ہیں اور ہمارے رشتہ دار اور مہمان ہیں اس لئے آپ کر سکتے ہیں لیکن حضرت عثمانؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں ہرگز اسے پسند نہیں کرتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ممانعت ہو اور میں عمرہ کرلوں۔[۶] اب دیکھو ان کیلئے عمرہ یعنی طواف بیت اللہ کا موقع تھا مگر آپ نے اس سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کر سکتے تو میں بھی نہیں کرتا۔

پھر صدقہ وخیرات ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔ یعنی وہ مُبذِّر جو مال و دولت لُٹاتے وقت یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ وہ کس طرح اندھا دھند خرچ کر رہے ہیں وہ صرف دینا ہی جانتے ہیں ان کو اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ[۷] فرمایا ہے۔ گویا یہ ثابت ہوگیا کہ نماز بھی شیطانی فعل بن سکتا ہے۔ روزہ بھی اور تبذیر بھی یعنی بے تحاشا خرچ کرنا، خواہ صدقہ کے طور پر ہی کیوں نہ دے دیا جائے۔ تو تین نیکیوں کے متعلق تو شریعت اور شارع کے صریح الفاظ سے ثابت ہوگیا کہ اگر بعض وقت وہ فرض ہیں تو دوسرے اوقات میں گناہ کا موجب۔ حج کے متعلق صریح الفاظ میں مثال نہیں ملتی مگر ایسے مواقع ہو سکتے ہیں

کہ اس کا ادا کرنا بھی گناہ ہو جاتا ہو۔ اور ایک بات تو ظاہر ہی ہے کہ حج کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں۔ اگر ان شرطوں کے بغیر کوئی حج کرے تو یقیناً وہ شریعت کا حکم پورا کرنے والا نہ ہوگا۔ مثلاً آجکل ہی بعض بزرگ لوگ حج کیلئے جاتے ہیں، اس لئے کہ لوگ انہیں حاجی کہیں ورنہ ان کے اندر حج کے نتیجہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ کہتے ہیں سردی کے موسم میں کوئی غریب اور اندھی بڑھیا گاڑی میں سفر کر رہی تھی۔ اس کے پاس اوڑھنے کیلئے صرف ایک ہی چادر تھی۔ کسی نے اسے اُٹھا لیا لیکن جب چادر کھسکی تو وہ سمجھ گئی کہ کسی نے میری چادر اُٹھائی ہے اور کہنے لگی کہ بھائیا حاجیا۔ یعنی بھائی حاجی صاحب مجھ غریب اندھی کی چادر تو نہ اُٹھائیں۔ اٹھانے والے نے چادر تو آہستہ سے رکھ دی مگر کہا کہ مائی یہ بتاؤ تمہیں کیسے پتہ لگا کہ میں حاجی ہوں۔ اس بڑھیا نے کہا کہ اس قدر سخت سنگدلی کا کام سوائے حاجی کے کون کرسکتا ہے کہ مجھ ایسی غریب، اندھی بڑھیا کی اس قدر سخت سردی کے وقت چادر اٹھالے جائے۔ پھر میں نے اپنے کانوں سے سُنا اور آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سورت[۸] کا ایک حاجی منیٰ اور مکہ کے درمیان سفر کرتے وقت جو حج کا موقع ہوتا ہے اور جب سب حاجی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَکَ لَبَّیْکَ کہتے جارہے ہوتے ہیں، اردو کے نہایت گندے عشقیہ شعر پڑھ رہا تھا۔ واپسی کے وقت وہ اسی جہاز میں تھا جس میں مَیں سفر کر رہا تھا۔ میں نے اسے پوچھا کہ آپ کو حج کی کیا ضرورت پیش آئی تھی جبکہ آپ حج کے موقع پر عشقیہ شعر پڑھ رہے تھے۔ تو اس نے کہا کہ ہمارے پاس والی دکان کے بورڈ پر چونکہ حاجی کا لفظ لکھا ہے، وہاں خریدار بہت آتے ہیں۔ میرے والد نے کہا کہ تم بھی حج کر آؤ تا ہم بھی بورڈ پر لفظ حاجی لکھوا سکیں اور ہمارا بھی سَودا زیادہ فروخت ہو۔ اس کی اپنی دینی حالت کا تو یہ حال تھا لیکن جب اسے علم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو میں نے خود اسے ایک دوسرے شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں حیران ہوں ایسا شخص جہاز میں پھر رہا ہے اور پھر بھی یہ جہاز غرق نہیں ہوتا۔ گویا اس کے نزدیک احمدیت ایسی بُغض والی چیز تھی کہ جس جہاز میں کوئی احمدی سوار ہو اللہ تعالیٰ کو چاہئے تھا کہ اسے غرق کر دیتا۔ خواہ اس کے ساتھ ہزار اس کے ہم عقیدہ لوگ بھی غرق ہو جاتے۔ پس حج بھی بُری چیز ہوسکتی ہے اس لئے مومن کا کام ہے کہ مناسبِ موقع نیکیوں کی صورتوں میں تبدیلی کرتا رہے۔ ہاں جو چیز

بدلنے والی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ اس کے سوا نماز، روزہ، حج، صدقہ خیرات، دیانت، امانت اور سچ سب کے استعمال کے مواقع میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ غیبت سچ ہی کا نام ہے مگر چونکہ یہ خدا تعالیٰ کی محبت کیلئے نہیں ہوتی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ[9] تم ایک شخص کو بعینہٖ وہی گالی جا کر سناتے ہو جو دوسرے نے تمہارے سامنے اسے دی تھی اور اس میں کوئی غلطی نہیں کرتے۔ تم کہتے ہو فلاں شخص نے کہا تھا کہ زید بڑا خبیث ہے۔ یہ چار الفاظ ہیں جن کے بیان کرنے میں کوئی بچہ بھی غلطی نہیں کرسکتا اور اس کا ایک ایک حرف یاد رکھ سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کا سچ بولنے والے پر اس کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اس موقع پر خدا تعالیٰ کا حکم تھا کہ کچھ بھی نہ بولو۔ اس نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جھوٹ بولو بلکہ یہ کہ چُپ رہو۔ چُپ رہنا اور بات ہے اور جھوٹ بولنا اَور۔ تو ہر سچائی خدا تعالیٰ کے رحم کو جذب کرنے کا موجب نہیں ہؤا کرتی بلکہ کئی سچائیاں جو فتنہ وفساد پیدا کرنے والی ہوں ان کا بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب اور اس کی لعنت کا مورد بنا دیتا ہے۔

پس ضروری ہے کہ ہم اپنے کاموں کے متعلق غور کرتے رہیں اور ان میں مناسب تبدیلیوں کا خیال رکھیں۔ اس لئے احباب دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی کرے تا ہم صحیح رستہ پر پہنچنے کی بجائے کسی اور غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت دعاؤں سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ بے شک اسے اپنا سلسلہ بہت پیارا ہے اور جن کو وہ سلسلہ کے کام کیلئے کھڑا کرتا ہے، ان کی مدد بھی کرتا ہے لیکن جب وہ اور اس کے ساتھی دعاؤں میں لگ جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو اور بھی زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی بہت پیاری ہے کہ میرے بندے مجھ سے مانگیں۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ اگر بچہ ماں سے کوئی چیز مانگے نہیں تو وہ اپنے دل میں کُڑھتی ہے کہ میرا بچہ مجھ سے کبھی کوئی خواہش نہیں کرتا۔ ساٹھ ستر فی صدی مائیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب ان کا بچہ پہلے پہل ان سے کوئی مٹھائی یا پیسہ مانگتا ہے تو وہ اس قدر خوش ہوتی ہیں کہ گویا ساری دنیا کی بادشاہت انہیں حاصل ہوگئی۔

پس اللہ تعالیٰ اس بات سے بھی خوش ہوتا ہے کہ میرے بندے مجھ سے مانگیں اور جب اُس سے مانگا جائے تو اُس کا فضل بڑھ جاتا ہے اس لئے ہمیں خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں

کہ جماعت کو ترقی حاصل ہو اور اس کے فضل ہم پر بڑھتے جائیں''۔

(الفضل ۲ / مارچ ۱۹۳۸ء)

---

۱ الاعراف: ۱۵۷

۲ مسلم کتاب الصیام باب اَجر المُفطر فِی السَّفَرِ (الخ)

۳ الماعون: ۵ تا ۷

۴ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۱۷ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء (مفہوماً)

۵

۶ سیرت ابن ھشام جلد ۳ صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۷ بنی اسرائیل: ۲۸

۸ سُوْرت: کسی زمانہ میں مغربی ہند کا مشہور تجارتی مرکز اور سفرِ حجاز کی سب سے بڑی بندرگاہ تھی اس وجہ سے اسے ''باب المکہ'' اور ''بندرِ مبارک'' بھی کہا جاتا تھا۔ ۱۷۹۷ء میں اس کی آبادی آٹھ لاکھ سے کم نہ تھی۔ یہ شہر ابتداء سے ہی پارسیوں کا خاص مرکز رہا ہے۔ مغلوں کے ماتحت بندرگاہ کے طور پر اِس شہر کو ترقی ہوئی۔ سترہویں، اٹھارہویں صدی میں بڑا تجارتی مرکز رہا۔ سترہویں صدی کے اواخر میں یہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا صدر مقام بن گیا تھا۔ (اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ۱ صفحہ ۷۹۳ لاہور۔ ۱۹۸۷ء)

۹ الھمزة: ۲